جلد ۲۳ قادیان دار الامان مورخہ ۲۱ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء نمبر ۲۶ و ۲۷

ملفوظات میں سے کچھ

(نماز اور حج)

عبادت کے دو حصے تھے۔ ایک وہ جو انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو ڈرنے کا حق ہے خدا تعالیٰ کا خوف انسان کو پاکیزگی کے چشمہ کی طرف لے جاتا ہے۔ اور اسکی روح گداز ہو کر الوہیت کی طرف بہتی ہے۔ اور عبودیت کا حقیقی رنگ اسی میں پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسرا حصہ عبادت کا یہ ہے۔ کہ انسان خدا سے محبت کرے۔ جو محبت کرنیکا حق ہے اسی لئے فرمایا ہے۔ والذین اٰمنوا اشد حبا للہ۔ اور دنیا کی ساری محبتوں کو غیر فانی اور آنی سمجھکر حقیقی محبوب اللہ تعالےٰ ہی کو قرار دیا جاوے۔

یہ دو حق ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ اپنی نسبت انسان سے مانگتا ہے۔ اِن دونوں قسم کے حقوق کے ادا کرنیکے لئے یوں تو ہر قسم کی عبادت اپنے اندر ایک رنگ رکھتی ہے۔ مگر اسلام نے دو مخصوص صورتیں عبادت کی اسکے لئے مقرر کی ہوئی ہیں۔

خوف اور محبت دو ایسی چیزیں ہیں کہ بظاہر ان کا جمع ہونا بھی محال نظر آتا ہے کہ ایک شخص جس سے خوف کرے۔ اس سے محبت کیونکر کر سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا خوف اور محبت ایک الگ رنگ رکھتی ہے۔ جسقدر انسان خدا کے خوف میں ترقی کریگا۔ اسی قدر محبت زیادہ ہوتی جاویگی۔ اور جسقدر محبت الٰہی میں وہ ترقی کریگا۔ اسی قدر خدا تعالیٰ کا خوف غالب ہو کر بدیوں اور برائیوں سے نفرت دلا کر پاکیزگی کی طرف لیجائیگا۔

پس اسلام نے ان دونوں حقوق کو پورا کرنیکے لئے ایک صورت نماز کی رکھی جس میں خدا کے خوف کا پہلو رکھا ہے۔ اور محبت کی حالت کے اظہار کیلئے حج رکھا ہے۔ خوف کے جسقدر ارکان ہیں وہ نماز کے ارکان سے بخوبی واضح ہیں۔ کہ کسقدر تذلل اور اقرار عبودیت اس میں موجود ہے۔ اور حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں۔ بعض وقت شدت محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ عشق بھی ایک جنون ہوتا ہے

(انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر چھپا۔ اور تراب منزل سے شایع ہوا)

کپڑوں کو سنوار کر رکھنا یہ عشق میں نہیں رہتا سیالکوٹ میں ایک عورت ایک درزی پر عاشق تھی۔ اسے بہتیرا پکڑ کر رکھتے تھے وہ کپڑے پھاڑ کر چلی آتی تھی۔ غرض یہ نمونہ جو انتہائے محبت کا لباس میں ہوتا ہے وہ حج میں موجود ہے۔ سر منڈوایا جاتا ہے دوڑتے ہیں۔ محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے۔ جو خدا کی ساری شریعتوں میں تصویری زبان میں چلا آیا ہے۔ پھر قربانی میں بھی کمال عشق دکھایا ہے۔ اسلام نے پورے طور پر ان حقوق کی تکمیل کی تعلیم دی ہے نادان ہے وہ شخص جو اپنی نابینائی سے اعتراض کرتا ہے:

سلسلہ کی خبریں

قادیان مدرسہ احمدیہ اور مدرسہ تعلیم الاسلام رخصتوں کی وجہ سے بند ہو گئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے

(۱) ۲۳ جون کو ایک لیکچر دونوں مدرسوں کے طلباء کے سامنے رخصتوں کی تقریب پر دیا۔

(۲) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ خیریت سے ہیں۔ صاحبزادہ نواب عبدالرحمٰن خان صاحب آف مالیرکوٹلہ

(۳) ۲۲ جون کو قادیان خیریت سے تشریف لے آئے ہیں۔

(۴) معاہدہ ترکیہ کا انگریزی ترجمہ چھپ کر آگیا ہے اور باہر بھیجا جا رہا ہے:

ہمارے آقا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ کی جدید تصنیف کتابی شکل میں چھپکر تیار ہو گئی ہے۔

سکندرآباد سیٹھ عبداللہ بھائی الہ دین صاحب اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اکثر احباب خط کا پتہ اردو لکھتے ہیں اس سے خط ردی ہو کر گم ہو جاتا ہے۔ اسلئے مہربانی کر کے پتہ انگریزی لکھا کریں۔

بھوپال بھوپال میں آج کل احمدیت کے متعلق خاص طور پر چرچا ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب بسمل کی لگاتار کوششوں کو اللہ تعالیٰ بارآور کرے

بمبئی چودہری سردار علی صاحب بمبئی میں مشن کا کام کرتے ہیں ہفتہ وار لیکچر بھی دیتے ہیں:

حاجی محمد اعظم صاحب بمبئی سے شجاع نامی جہاز پر حج کو روانہ ہو گئے ہیں:

سیلون عید کے روز احمدی احباب نماز پڑھکر مع مولوی اے۔ بی ابراہیم صاحب مبلغ سیلون۔ جیل خانہ [illegible] میں مسٹر لائی سکریٹری کو دیکھنے گئے۔ مسٹر [illegible] بڑی دیر تک باتیں کرتا رہا۔ آخر کہا کہ اخبار مسیح اور توحید کو بند نہیں کرنا کیونکہ وہ خدا کا کام ہے مسٹر لائی کے بھائی اے۔ ٹی۔ لائی نے کہا کہ ہم کو کیا تکلیف ہے۔ صاحبزادہ عبد اللطیف کو اس سے بہت بڑھکر تکلیف ہوئی۔

۲۱ تاریخ کو تاریخ مقدمہ تھی: احمدیوں کی طرف سے ۳ ایڈوکیٹ اور دو پراکٹر کام کر رہے ہیں۔ اب ایک اور انگریز بیرسٹر مسٹر سی بی ایلیٹ مقرر کیا گیا ہے:

لنڈن مبلغین کام بخیر و خوبی کر رہے ہیں۔ ایک انگریز لیڈی نے ۵ شلنگ اس لڑکے کے لئے بھیجے ہیں۔ جس نے مسجد کیلئے اپنے جمع کئے ہوئے سارے روپے دیدیئے تھے۔ کام ترقی کر رہا ہے

اطلاع

کاتب رخصت پر گھر گیا تھا۔ اور دو ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ خیال تھا کہ بہت جلد واپس آجائے گا۔ مگر اب وہ لکھتا ہے۔ کہ میں اگست میں آؤنگا اخبار جس مشکل سے لکھا جاتا ہے۔ اسکو میں ہی جانتا ہوں۔ اس لئے اس اخبار کو دو ہفتوں کا قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ صفحے کم ہیں۔ لیکن احباب مطلع رہیں کہ اگلے اخبار میں صفحے بڑھا کر حساب پورا کر دیا جائے گا:

دنیا میں اندھیر

حال ہی میں اخبارات نے یہ خبر ہم تک پہنچائی ہے کہ فرید کوٹ میں ایک عمر رسیدہ شخص نے ایک ایک پانچ سالہ لڑکی کی عصمت دری کی۔ سشن جج نے اسکو پانچ سال قید اور ۵۰ روپیہ جرمانہ کیا۔ کیا یہ اندھیر نہیں۔ تو اور کیا ہے دنیا کے پردہ سے راستی اور ایمانداری اٹھ گئی ہے کیا اب بھی مسیح موعود کی ضرورت نہیں:

اور سنیئے سشن جج الہ آباد نے ایک تیرہ سالہ لڑکے کو ۱۵ ضرب بیت کی سزا دی۔ کیونکہ اسنے ایک نو سالہ لڑکی سے اپنا منہ کالا کیا:۔

یہ حال ہے اسوقت دنیا میں بچوں نوجوانوں اور بوڑھوں کا اسی کا نام ہے۔ ظہر الفساد فی البر والبحر۔ اسوقت جو ہندوستان کی حالت ہے۔ وہ رونے کے قابل ہے۔ یہ تو چال چلن کا حال ہے۔ مگر ساتھ ہی ایمانداری کا بھی بیڑا غرق ہو گیا۔ کلکتہ کے بڑے ڈاکخانہ میں ایک بنگالی کلرک نے ۱۰ ہزار ۶ سو ۱۳ روپے کی مالیت کے موتی ایک بیمہ سے نکال لئے ہیں:

؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

چندوں میں سستی نہ کرو

دنیا میں دو چیزیں ہیں۔ ایک ترقی اور دوسرے تنزل۔ اگر ہمارا قدم آگے بڑھ رہا ہے۔ تو ہم بیشک ترقی کر رہے ہیں۔ اور اگر کسی جگہ ہم ٹھہر گئے ہیں۔ تو یہ تنزل کی پہلی منزل ہے۔ غور کرو ایک انسان چلتا رہتا ہے۔ جب وہ تھک کر کھڑا ہوتا ہے۔ تو اسکے بعد دوسری حرکت اس سے جو سرزد ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ پھر وہ بیٹھ جاتا ہے۔ تیسرا قدم پھر اور تنزل کی طرف جاتا ہے کہ وہ لیٹ جاتا ہے۔ اسی طرح سے پھر جب اسکو اس سفر کے بعد ذرا لیٹنے سے آرام محسوس ہوتا ہے۔ تو پھر وہ نیند کی تیاری شروع کر دیتا ہے۔ یہ آرام اسکو منزل سے بہت دور کر دیتا ہے۔ اور اس کام کو جو ایک یا دو گھنٹوں میں ہونیوالا تھا۔ اسکو پانچ چھ بلکہ سات آٹھ گھنٹوں تک لمبا کر دیتا ہے۔ لیکن اگر وہ چلتا رہتا تو وہ بہت جلد منزل پر پہنچ جاتا۔ اور منزل پر جاکر آرام کرتا۔ بعینہ یہ ہی حال قوموں کا ہے۔ جو قومیں ترقی کرتی ہیں۔ ان کا ہر قدم آگے بڑھتا ہے۔ انکے جلسوں کی حاضری ہر دفعہ بڑھ جاتی ہے۔ انکے چندوں کی تعداد ہمیشہ ایک مقام پر نہیں رہتی۔ بلکہ ہر قدم آگے ہوتا ہے۔ ان کے مشن آگے سے زیادہ ہی زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ غرض ان کے ہر کام میں ترقی ہوتی ہے۔ اور ان قدم رکتا اور ٹھہرتا نہیں۔

اسلام کے علاوہ دیگر قوموں کو اگر دیکھا جائے۔ تو اسلامی نقطہ نگاہ سے وہ حق پر نہیں مگر ان کی طرف دیکھو ان کے قدم سستی کی طرف نہیں جاتے۔ بلکہ ہر روز نئے مدرسے نئے کالج۔ نئے مشن نئے اخبار۔ چندوں کے نئے فنڈ کھل رہے ہیں۔ ان کی طرف سے انکے ناظروں اور ناظموں کی طرف سے ایسے پُر درد الفاظ میں اپیلیں نہیں کی جاتیں۔

ہماری قوم زندہ قوم ہے۔ ایک نبی کے ہاتھ سے زندہ ہوئی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ہم میں سستی آگئی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارا قدم تنزل کی طرف جا رہا ہے۔ بلکہ میں بڑے زور سے کہونگا۔ کہ ہم ترقی کر رہے ہیں ہمارے مشن نئے کھل رہے ہیں۔ اور ہماری جماعت میں لوگ داخل ہو رہے ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے سے بھی میں رک نہیں سکتا۔ کہ چندوں کے مسئلے میں ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں۔ کہ جو ایک دفعہ معقول رقم دیکر پھر دو تین ماہ کیلئے کافی سمجھ لیتے ہیں۔ یہ قدم ہمارا بالکل غلط راستے پر پڑ رہا ہے۔ اسلئے میں قوم کو ہوشیار کرنا چاہتا ہوں۔ کہ دیکھو اپنے کسی قدم میں سستی نہ آنے دو۔ ورنہ ہم اس قدم کی طرف سے اپنا مقصد حاصل کرنے میں بہت پیچھے چلے جاوینگے؛

اور وقت گذر جائیگا۔ چندوں کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے۔ کہ کسی ایک مشن کو اگر وقت پر روپیہ نہ پہنچے تو اسکے ٹوٹ جانیکا اندیشہ ہے نہیں بلکہ سلسلہ کا تمام قیمتی کام کے ضایع ہونیکا اندیشہ ہوتا ہے۔ اپنے مشنریوں کی رپورٹوں کو پڑھو وہ کسطرح سے اخراجات کے متعلق آپ کو آگاہ کر رہے ہیں۔ اپنے امام کو دیکھو کہ وہ کیسی کیسی راہیں ہماری ترقی کیلئے سوچ رہا ہے کیوں ان تجاویز پر پورے طور سے عملدرآمد نہیں ہوتا محض اسلئے کہ فنڈز ایسے طور پر مضبوط نہیں ہیں جیسے ہونے چاہیں۔ یہ بھی درست ہے کہ کوئی کام رکا نہیں رہتا۔ لیکن بہت سے ضروری کاموں کا شروع نہ ہونا بھی تو کام کے رکنے کے برابر ہی ہے۔ پس میں بڑے زور سے قوم کو آگاہ کرتا ہوں۔ کہ چندوں میں سستی نہ کریں ورنہ یہ قدم ہمکو بہت پیچھے کر دیگا۔ اٹھو اور کمر ہمت باندھو کیونکہ منزل بہت دور ہے۔ اور ہمنے ابھی سفر کا ایک حصہ بھی طے نہیں کیا۔ مسافر شب سے اٹھتا ہے۔ جو جاتا دور ہوتا ہے؛

قابل توجہ سب انسپکٹر پولیس بٹالہ

قادیان میں ایک مدت سے چھوٹی چھوٹی وارداتوں کا ایک ایسا سلسلہ شروع ہے۔ جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ زیادہ تر نقب کی وارداتیں ہونے لگ گئی ہیں قادیان کے اردگرد کے بدمعاشوں نے قادیان کو بدمعاشی کیلئے ایک عمدہ جگہ سمجھ رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی تکلیف ہے۔ کہ جس سے قادیان کی پبلک آرام سے سو بھی نہیں سکتی۔ میں اپنے تھانہ کے نہایت ہی فہیم اور بیدار مغز سب انسپکٹر پولیس سید دلاور علی شاہ صاحب جنکی دیانت اور ہوشیاری پر ہمکو کامل بھروسہ اور اعتبار ہے اور ہم جانتے ہیں۔ کہ شاہ صاحب موصوف صرف فرض منصبی ہی کو ادا کر کے خاموش نہیں ہو جاتے بلکہ پبلک کی تکالیف کو پورے طور سے دور کرنیکی کوشش اور سعی کرتے ہیں۔ انکی خدمت میں نہایت ادب کیساتھ اس معاملہ کو رکھتا ہوں۔ کہ وہ توجہ کریں اور قادیان کی پبلک کو ان بدمعاشوں سے نجات دلوائیں؛

مینے حال ہی میں ان کے ساتھ ایک تحقیقات میں رہکر دیکھا ہے۔ کہ شاہ صاحب ملک کے اندر راستی اور نیک چلنی کا بیج بونا چاہتے ہیں۔ اور میں کہ سکتا ہوں کہ ایسے نیک چلن پولیس افسر بہت کم دیکھنے میں آئے ہیں۔ میں یہ کہنے سے بھی رک نہیں [illegible] سکتا کہ [illegible] غلام رسول صاحب ہیڈ کنسٹیبل جو قاد[illegible]یان کے گرد و نواح میں اور قادیان میں بھی دورہ کرتے [illegible] رہتے ہیں۔ جنکی ہوشیاری اور خوش فہمی اور اع[illegible]ی درجے کے اخلاق اس علاقہ میں مشہور ہو چکے ہ[illegible]ں۔ آپکا وجود بھی ہمارے لئے اور ہماری جماعت کے لئے ب[illegible]ت سی راحتوں کا باعث ہے۔ شیخ صاحب موصوف گ[illegible] مگر اس علاقہ میں نہ ہوتے

تم اور آپ کا اکثر ادھر دورہ نہ رہتا تو میرا خیال ہے کہ وارداتیں اس سے بھی زیادہ ہو جاتیں۔ یہ دونوں صاحبان کا اثر ہے۔ کہ واردات کم ہوتی ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ ان

انجمن اور اس کے فرائض

یہ مضمون میرے پاس جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب نے الحکم میں طبع کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ میں شاہ صاحب مکرم کا مشکور ہوں۔ کہ آپ کو الحکم کیلئے توجہ ہے۔ اس اہم اور نازک مسئلہ پر شاہ صاحب نے قلم اٹھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکے پورا کرنیکی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ایڈیٹر)

۲۴ جون جمعرات کی صبح کو تین چار منٹ سے پہلے میں عالم رویا میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ دو تین شخص کھڑے آپس میں انجمن اور اسکے فرائض وغیرہ کے متعلق کچھ گفتگو کر رہے ہیں۔ میں ان کے پاس سے گذرا تو ان کی باتوں سے جو کچھ میرے کان میں پڑا اس سے مجھے یوں معلوم ہوا کہ وہ اندھا دھند ہرزہ درائی کر رہے ہیں انہیں پتہ تک نہیں۔ کہ انجمن کیا ہے۔ کیسی بنتی ہے اسکے کیا کیا اغراض و کام ہیں۔ اس کے بقائے دوام کیلئے کونسی شرطیں ہیں۔ اور اسکے دوسروں کے ساتھ کیا اور کس قسم کے تعلقات ہیں۔ میرے دلمیں اونکی باتوں سے انقباض پیدا ہوا اور میں ماتھے پر تیوری چڑھا کر یکایک ان کی طرف مڑا۔ میرا قد کچھ لمبا ہے۔ اپنے آپ کو ایسے کھینچ تانکر جیسے کوئی لیکچرار اسٹیج پر لیکچر دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ میں نے ذرا بلند آواز سے ایک تحکمانہ اور سنجیدہ اور موثرانہ لہجہ میں یوں کہا ــــــ دیکھو جی!

(۱) انجمن کی تکوین (بناوٹ یا بنتا) کا سارا دار و مدار اس غرض پر ہے۔ جسکے لئے انجمن کے ممبر آپسمیں جمع ہوئے ہیں۔

(۲) انجمن کو اپنی تکوین میں انہیں قوانین و اصول کے ماتحت ہونا چاہیئے۔ جو قوانین و اصول ہمارے جسم کے اعضاء میں کام کر رہے ہیں۔

(۳) انجمن ذہنی وظائف (اعمال یا کام) کو ادا کرتی ہے۔

(۴) انجمن کے اوپر ایک نگران۔ ایک شعور اعلیٰ ہونا چاہیئے۔ جو اس کے تمام حرکات و سکنات اور ان کے اچھا بھلا ہونے سے باخبر ہو۔

(۵) انجمن کے تین قسم کے تعلقات ہیں۔ اس کے تعلقات شعور اعلیٰ کے ساتھ اور اسکے ممبروں کے آپس کے تعلقات اور اس کے تعلقات عام لوگوں کیساتھ۔

جونہی کہ میں نے مذکورہ بالا امور کا ذکر کیا ان کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے۔ اور میں نے یوں محسوس کیا۔ یا دیکھا کہ وہ لوگ ایک تاریک کمرہ کے اندر جھانکنا چاہتے تھے اور میں نے ایک لیمپ کو اوس کمرہ کے روشندان میں رکھکر اونکے لئے کمرہ کے سارے اندر کو روشن کر دیا۔ جب میری کچھ آنکھ کھلی تو میرے اندر بالکل نئے افکار بعینہ ایک سمندر کی موجوں کی طرح موجزن تھے۔ حالت بیخودی یا غنودگی سے جب میں بالکل ہوش میں آیا۔ تو سب سے پہلے جو سوال میرے دلمیں پیدا ہوا وہ یہ تھا۔ اس خواب کا کیا مطلب ہے میں تو کبھی بھی اس انجمن اور خلافت کے جھگڑے میں نہیں پڑا اور نہ ہی کبھی کسی سے اسکے متعلق کوئی خاص گفتگو کی ہے اور نہ ہی مجھے کبھی جستجو ہوئی ہے۔ کہ انجمن کیا کر رہی ہے۔ اور آپ کو یہ بھی یقین دلائے دیتا ہوں۔ کہ میں نے کبھی کسی کتاب یا رسالہ میں انجمن وغیرہ کے متعلق بحثیں نہیں پڑھیں۔ جس سے یہ خیال ہو سکے کہ ان کا بقیہ تاثیر تھا۔ جو عالم رویا میں متمثل ہوا۔ ہاں اتنا ضرور ہے۔ کہ جب میں شہر قاہرہ کے قصر نیل میں بطور شاہی قیدی کے نظر بند تھا۔ تو اسوقت یورپ و امریکہ کی موجودہ مجالس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے متعلق ایک عربی رسالے میں میں نے چند صفحے پڑھے تھے۔ مگر ان میں مذکورہ بالا امور میں سے ایک کا بھی ذکر یا اشارہ نہ تھا اور میں اسکا بھی اقرار کرتا ہوں۔ کچھ مدت ہوئی کہ مجھے یوں ہی کبھی کبھی خیال آ جایا کرتا تھا کہ موجودہ نظام انجمن اپنے تکوین میں ناقص اور ادھورا ہے۔

غرض اس رویا کا اصل ذہنی سبب کچھ ہی ہو یہ واقعہ ہے جسکی تعبیر اور تفصیل میں ذیل میں بارشاد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جناب نے اس رویا کو سنکر فرمایا کہ یہ عجیب اتفاق ہے۔ اس دن میرے دلمیں یہ تحریک ہوئی کہ میں اس مضمون پر کچھ لکھوں۔

(۱) انجمن کی تکوین کا سارا دار و مدار اس غرض پر ہے۔ جسکے لئے انجمن کے ممبر آپسمیں جمع ہوئے ہیں۔ جسقدر دقت اور احتیاط کے ساتھ وہ اپنے مقصد کو اپنے سارے اقوال و اعمال و سارے حرکات و سکنات میں مدنظر رکھینگے اسی قدر انجمن کی تکوین و ساخت بھی مکمل ہوگی اسمیں کیا شک ہے۔ کہ علت غائی کا اثر کسی چیز کی تکوین و تشکیل (شکل کے بنانے) میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ ایک مصور جسکے کام کی علت غائی یعنی غرض ایک خوبصورت انسان کی صورت بنانا ہے۔ اگر وہ تصویر بناتے بناتے اس غرض کو کسی طرح سہواً یا دیدہ و دانستہ نظر انداز کر دے اور بجائے انسانی خط و خال بنانے کے بندر کے سے نقش و نگار بنا دے۔ تو وہ تصویر ہنومان

کی سی ہوگی۔ نہ انسان کی۔ غرض یہ کہ جسقدر توجہ سے انسان اپنے کام میں اپنے مقصود اصلی کو ملحوظ رکھیگا۔ اتنا ہی خوبی کے ساتھ وہ کام بھی ہوگا۔ یہ ایک عام قانون ہے جو نہ صرف انجمن ہی بلکہ ہر ایک شئے کی تکوین و تشکیل میں رُکن اعظم کے طور پر کام کرتا ہے اسکے وجود ہی پر اوس شئے کے وجود کا بھی دارومدار ہے۔ اگر دنیا میں انجمنوں کے درمیان ان کے قواعد اور اصول اور ان کے طرز عمل کی رو سے کوئی فرق یا تفاوت ہے تو وہ محض اسی لئے ہے۔ کہ ان کے اغراض اور مقاصد علیحدہ علیحدہ ہیں۔ نہ صرف انجمن بلکہ ہر ایک فرد بشر جو ایک خاص دائرہ اعمال میں کام کر رہا ہے۔ اوسکا اصل سبب یہی ہے۔ کہ اسکے لئے ایک خاص غرض ہے جو دوسروں کی غرض سے مختلف ہے۔

ایسا ہی مقصد انسان کی فعالیت و حرکت و نقل کی تیزی اور شدت کا اصل محرک ہوتا ہے۔ وہ شخص جسنے بازار میں کوئی نہایت ضروری شئے خریدنی ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ اگر اسے ذرا بھی دیر ہوگئی تو وہ چیز نہیں رہیگی۔ کیونکہ بہت سے لوگ اوسکے خواہاں ہیں۔ اور اس کے لینے کیلئے بھاگے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ یا یہ کہ وہ شئے خود خراب ہو جائیگی۔ یا اسکے استعمال کرنیکا وقت جاتا رہیگا۔ یا اور کسی طرح سے وہ ضایع ہو جائیگی۔ پس ایسا شخص جس تیزی اور سرعت کے ساتھ بازار کی طرف جائیگا۔ وہ ظاہر ہے کہ اس شخص کی رفتار سے بہت زیادہ ہوگی جسے بازار میں کوئی غرض نہیں۔ کوئی مقصد نہیں۔ بلکہ یہ دوسرا شخص جو بازار میں صرف تماشا دیکھنے کیلئے گیا ہے آہستہ آہستہ ایک دوکان سے دوسری دوکان دوسری سے تیسری دوکان میں جھانکتا ہؤا ادھر ادھر مارا مارا پھرے گا ان دونوں شخصوں کی رفتار میں جو فرق ہے وہ محض اسلئے ہے کہ ایک کے ذہن میں ایک خاص مقصد یا غرض ہے۔ جسکی اہمیت کو وہ خوب سمجھے ہوئے ہے۔ اور دوسرے کے ذہن میں کوئی خاص مقصد نہیں۔ یہ ایک دوسری مثال ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ مقصد نہ صرف ایک قوت مکونہ یا مشکلہ (شکل بنانیوالی قوت) ہے۔ بلکہ وہ قوت محرکہ بھی ہے۔ یعنی وہ قوت جسکے ذریعہ سے انسان میں ایک کام کے کرنیکے لئے تحریک پیدا ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کبھی ہمارے ذہن میں کوئی مقصد ہوتا ہے۔ تو اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں اور نہ صرف ہم کچھ کرنا ہی چاہتے ہیں بلکہ ساتھ ہی اپنی گذشتہ طرز زندگی میں ایک تبدیلی بھی واقعہ کرنیکا ارادہ کر رہے ہیں۔ مثلاً ایک بچے کو فضول خرچی کی عادت ہے اسے جیب خرچ ملتا ہے۔ وہ بغیر ضرورت کے کھانے پینے کی چیزوں میں خرچ کر دیتا ہے اتفاقاً کسی نہ کسی طرح اوسکے ذہن میں یہ سما گیا ہے۔ کہ اسے اپنے لئے عمدہ لباس کے چند جوڑے بنوانے چاہئے۔ اس غرض کو حاصل کرنیکے لئے اوسنے مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ پس جب تک یہ غرض اسکے مدنظر ہے۔ ضرور ہے کہ وہ اپنے فضول خرچی کے عادات کو چھوڑنے کیلئے کچھ نہ کچھ کوشش بھی کرے۔ ایسا ہی ایک بچہ جو تعلیم میں کوئی غرض نہیں رکھتا۔ یا اگر رکھتا ہے تو پورے طور پر اوسکی اہمیت کو نہیں سمجھتا کبھی بھی وہ پڑھنے وغیرہ میں اس بچے کیطرح نہیں ہوگا۔ جو اپنی غرض کو خوب سمجھے ہوئے ہے اور وہ جانتا ہے۔ کہ کل کو دنیا میں اوسے کیا کچھ کرنا ہے۔ اور اسے کیا کیا مشکلات پیش آنے ہیں۔ الغرض مقصد کی صحیح صحیح تعیین اور اسکی اہمیت کی پورے پورے طور پر وضاحت اور اوسکا ہمیشہ ہمیشہ اپنے حرکات و سکنات میں ملحوظ رکھنا انسان کی تمام ترقی اور کامیابی کا اصل باعث ہے۔ اور حدیث شریف میں جو آتا ہے۔ انما الاعمال بالنیات یعنی نیتوں ہی پر اعمال کا دارومدار ہے اس سے مراد بھی یہی ہے کہ انسان کے اعمال کی صورت و شکل وانکی قوت فعالیت نیات پر ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ انسان اور حیوان کے درمیان بڑا مابۃ الامتیاز یہی ہے۔ کہ انسان اپنے لئے کوئی نہ کوئی غرض تجویز کرتا ہؤا اوس تک پہنچنے کیلئے کوشش کرتا رہتا ہے۔ اور جب سے وہ سطح زمین پر ظاہر ہؤا ہے۔ تب سے اوسے نئی نئی غرضیں سوجھتی رہتی ہیں اور وہ اون غرضوں کے حاصل کرنیکے لئے اپنے افعال میں مناسب تغیر و تبدل کرتا رہا ہے جسکا نتیجہ یہ ہؤا کہ انسان ہر زمانہ میں وہ پہلا انسان نہیں۔ بلکہ جیسا کہ ہم اوسکے ظاہری تمدنی احوال اور باطنی فکری انقلابات کو دیکھتے ہیں۔ بالکل ایک نیا انسان ہے۔ پس جہاں تک مجھے یاد ہے رویا میں بھی میری یہی مندرجہ بالا مراد تھی۔ کہ انجمن جب تک اپنے اصلی غرض کو اپنے سارے کاموں میں مدنظر نہ رکھے گی۔ اوسکی تکوین۔ اور اوسکا نظام بالکل ادھورا اور غیر مکمل رہے گا۔ ہمارے آقا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رسالہ الوصیت کے صفحہ ۱۸ اور نمبر ۳ میں فرماتے ہیں۔ "اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم کے سپرد رہے گی

اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظوں کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کرینگے۔ اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا۔ اس لئے امید کیجاتی ہے۔ کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائینگے۔ اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام میں داخل ہے۔ جسکی اب تفصیل کرنا قبل از وقت ہے۔ وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہونگے"۔

اور پھر صفحہ ۲۳ نمبر ۹ میں فرماتے ہیں۔ "انجمن جسکے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اسکو اختیار نہیں ہوگا۔ کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے۔ اور ان اغراض میں سے سب سے مقدم اشاعت اسلام ہوگی۔ اور جائز ہوگا۔ انجمن باتفاق اوس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے"۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے تین باتیں ظاہر ہیں۔ اول یہ کہ انجمن کی سب سے مقدم غرض اشاعت اسلام ہے۔ اور یہ وہ مقدس غرض ہے۔ جسکے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سید الانبیاء محمد رسول اللہ اور اسکے خلیفہ مسیح موعودؑ کو بھیجا اور جسکے سبب سے احمدیہ جماعت نے ظہور کیا۔ اور وہ یہ غرض ہے۔ جسکے پورا کرنیکے لئے ہمارے آقا مسیح موعودؑ نے اپنے جانشین انجمن کو مقرر فرمایا۔ جیسا کہ رسالہ الوصیت کے صفحہ ۲۴ نمبر ۱۳ میں لکھتے ہیں۔ "چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اس لئے اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے [illegible] الگ رہنا ہوگا۔ اور اسکے معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہیں"۔ یہاں پر جانشین سے وہ مراد نہیں ہے۔ جو پیغامی لیتے ہیں کیونکہ یہ جانشینی تو اسوقت بھی انجمن کو حاصل تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ تھے۔ اگر پیغامیوں کی ہی مراد صحیح فرض کیجائے۔ تو مسیح موعودؑ کی زندگی میں ایک جانشین انجمن کا وجود محض لغو تھا۔ بلکہ اسکے معنے یہ ہیں۔ کہ اشاعت اسلام کی مقدس غرض کو عملی جامہ پہنانے کیلئے انجمن اسی طرح جانشین ہے۔ جیسا کہ وہ آپ کے زمانہ مبارک میں تھی۔

دوسری بات کہ انجمن مالی آمدنی کی محافظ ہوگی۔ اور وہ اس مال کو اشاعت اسلام میں صرف کرنیکے لئے مجاز ہوگی۔ تیسری بات یہ کہ انجمن مالی آمدنی کے حاصل کرنیکے ذریعے بھی اختیار کریگی۔ مثلاً تجارت وغیرہ۔ موخر الذکر امور غرض و غایت نہیں بلکہ اہم غرض کے پورا کرنے کیلئے ایک وسیلہ ہے۔ اور اسلئے میں اسجگہ صرف اول الذکر امر کیطرف ناظرین کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ انجمن اس غرض کو اپنے افعال میں کیسے مدنظر رکھ سکتی اور اوسکی تکمیل تکوین کا اسپر کیسے دار و مدار ہے؛

یہ بات زیادہ تفصیل کی محتاج نہیں کہ اشاعت اسلام سے کیا مراد ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ اسلام کو مردہ دل مسلمانوں کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے۔ کہ وہ از سر نو زندہ مسلمان ہو جائیں۔ اور یہ صرف مسلمان تک ہی محدود نہیں بلکہ اسکی صداقت کو باقی عالم پر بھی اس طرح پر ظاہر کیا جائے۔ کہ وہ اسکو قبول کر لیں اس اشاعت اسلام ضروری اور لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حق شناس لوگ احمدیت میں داخل ہوں جس سے یہ جماعت بڑھے اور ترقی کرے۔ کیونکہ یاد رہے کہ جب تک ہم اسلام کی اشاعت میں وہ طریق نہیں اختیار کریں گے جس طریق کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے لئے اختیار کیا ہے۔ ہم کبھی بھی اس مقدس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ ہم ہرگز کامیاب نہ ہو سکیں گے۔ جب تک ہم ہو بہو وہی طریق نہ اختیار کرینگے۔ جس طریق کو کہ خود مسیح موعودؑ نے اختیار کیا اور جسکی وصیت اپنی جانشین انجمن کو یوں فرما کر کے "اس انجمن کو دنیاداری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا"۔ پس یقین جانو کہ آج اللہ تعالیٰ نے مردہ دلوں کو زندہ کرنے اور بیگانوں کو اپنا بنانے کے لئے مسیح موعودؑ کو پیش کیا۔ اور اسلئے اسی سے اشاعت اسلام کرنی چاہیئے۔ اسے حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بڑا عظیم الشان مقصد ہے؛

اشاعت اسلام کے یہ معنے ہیں کہ اون تمام ذریعوں اور قوتوں کو مہیا کیا جائے جنکا لازمی نتیجہ ایک جماعت کا بڑھنا ہے جماعتیں جو بڑھا کرتی ہیں۔ تو وہ دو طرح سے بڑھا کرتی ہیں۔ باہر سے ہم خیال ہم معتقد اوسمیں شامل ہو جائیں۔ یا یہ کہ باہر سے تو کوئی اوسمیں داخل نہیں ہوتا مگر خود اس جماعت کے موجودہ افراد کے اندر مادی اور معنوی نشو نما کی قابلیتیں پیدا ہو گئی ہیں یا پیدا کی جا رہی ہیں پس ایسی جماعت اگرچہ اوسمیں کوئی بیرونی فرد داخل نہ بھی ہو ضرور ہے کہ وہ کیا بلحاظ تعداد کے اور کیا بلحاظ عقل اور علم کے اور کیا بلحاظ دولت کے

غرض ترقی کے ہر پہلو میں ترقی کرتے چلے جائیں خود جماعت کے اندر بھی اسلامی زندگی کی روح کو اس طور پر قایم کئے رکھنا کہ جس سے قوم پھولے پھلے۔

ایک اہم معنے میں اشاعت اسلام سے اور یہ بجائے خود ایک ایسا عظیم الشان کام ہے جسکو نظر انداز کرنے سے اشاعت اسلام کی غرض بالکل نیست و نابود ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جماعت کا شیرازہ اگر صحیح نہ رہا تو اسنے کیا بڑھنا ہے۔ اور اسمیں کسنے داخل ہونا ہے۔

اشاعت اسلام کے یہ دونوں طریق کسطرح پر حاصل ہوں۔ مجھے اس پر لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے نظارتوں کی بنیاد ڈالکر اس مسئلے کو جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ روز روشن کی طرح واضح کر دیا ہوا ہے۔ آنجناب نے انجمن کی غرض اور اوسکے واجبات کی تشریح نظارتوں کے وجود کو قایم کرنیکے ساتھ کماحقہ فرما دی ہے۔ اور ایسی فرمائی ہے۔ کہ جس سے ہر عقلمند انسان بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ انجمن اپنی غرض اور اپنے فرائض کے سمجھنے میں کس حد تک اور کس قسم کے رہبر کی محتاج تھی۔ ہمیں امید ہے۔ کہ انجمن نظارتوں کے وجود کو اپنے مقصد کے راستہ میں روک نہیں بلکہ ایک ممد اور معاون کی طرح سمجھیگی۔ اور باہمی تعامل اور تعاون سے اپنے مقصود تک جلد تر پہنچنے کی کوشش کریگی مجھے اس مسئلہ پر کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جس امر کیطرف مجھے خاص توجہ کھینچنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب تک انجمن اپنے سارے افعال میں اپنی غرض کو ملحوظ نہیں رکھے گی۔ وہ اپنی تکوین میں نامکمل اور ادھوری رہیگی۔ اوسکی ساری کامیابی کا دارومدار اسی ایک نکتہ پر ہے کہ وہ اپنے تمام کاموں میں یہ دیکھے کہ اسکی غرض کہاں تک پوری ہو رہی ہے۔ آیا وہ مال جو کہ وہ خرچ کر رہی ہے۔ اوسکے مقصد کو پورا کرتی ہے۔ یا اوسکے مخالف ہے صرف کاغذوں پر ہی قوانین اور قواعد کا نمبروار لکھ دینا کسی غرض و غایت کو کبھی میسر نہیں کر سکتا۔ اور نہ اون سے یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آیا وہ غرض پوری بھی ہو رہی ہے یا نہیں۔ بلکہ اون کی عملی کارروائی اور اون کے فعلی نتائج پر ہر وقت نظر رکھنے اور پھر ان نتائج کا غرض مقصود سے مقابلہ کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ وہ کہاں تک درست اور مناسب ہیں۔

میں اپنی مراد کو مثالوں سے واضح کرنا چاہتا ہوں۔ مثلاً انجمن نے دو مدرسے قایم کئے ہوئے ہیں۔ اور وہ اون پر دہ روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ جو اشاعت اسلام میں خرچ ہونا چاہیئے۔ پس انجمن کا یہ اول فرض ہے کہ وہ دیکھے کہ ان مدرسوں میں تعلیمی اور تربیتی نصاب کیا ہے۔ کیا اوس نصاب میں اسلامی تعلیم کے وہ عناصر جو ہمارے محسن آقا نے از سر نو پیدا کئے ہیں اس قدر کم تو نہیں جسکا اثر جزو غالب کے زیر اثر بالکل مدغم و زائل ہو رہا ہے۔ یا یہ کہ وہ جزو غالب کے زیر اثر ضایع تو نہیں ہو رہا۔ مگر وہ اخلاقی نمونے جو مدرسہ یا بورڈنگ میں استادوں سے صادر ہو رہے ہیں اوسے ملیامیٹ کرنیوالے ہیں۔ انجمن کو دیکھنا چاہیئے۔ کہ آیا واقع میں تعلیم اور تربیت کے لحاظ سے ان مدرسوں کی ایسی روش ہے۔ جس سے ہمکو اون ایماندار پودوں کے اگنے کی امید ہے۔ جو باہر جاکر خوشنما بہار دکھائینگے۔ یا وہ کسی دن اپنے بزرگوں کے قایم مقام ہو کر اس بات کی عملی شہادت دینگے۔ کہ اسلام کے مسیح نے وہ کچھ اعجاز دکھایا جو مسیح ناصری نہ دکھا سکے۔ اگر انجمن کو یہ خبر ہے۔ کہ کسی مدرسہ یا بورڈنگ یا دار الایتام میں فلاں فلاں نقص ہے جسکا اثر طلباء کے اخلاق پر بہت برا پڑ رہا ہے اور پھر وہ اسکے دور کرنیکے لئے کوئی فوری کارروائی نہیں کرتی تو یقیناً اوسنے اپنے مقصد کو نظر انداز کر دیا ہوا ہے۔ اور اسکے سر پر نہ صرف وصیت کا ہی خون ہے بلکہ اسنے ماں باپ کی امیدوں کا خون: احمدیت کے مستقبل کا خون! اگر انجمن کو یہ خبر نہیں کہ وہ طلباء جو ان مدرسوں سے کچھ تعلیم و تربیت حاصل کرکے باہر نکلے ہیں۔ کہاں تک اشاعت اسلام اور جماعت کے لئے مفید یا مضر ہیں اور اگر انجمن کے پاس اونکے متعلق کوئی کسی قسم کا حساب و کتاب نہیں جس سے وہ جان سکیں۔ کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ اور وہ کس طرح غرض مقصود کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ کچھ نہیں تو یقیناً انجمن اپنے وصیت شدہ مقصد کے سر انجام دینے میں امین نہیں اور اوسے اب تک معلوم ہی نہیں کہ اوسکا کام کتنا عظیم الشان اور کیسا مشکل ہے۔ ایسا ہی انجمن نے ایک مہمان خانہ کھولا ہوا ہے۔ جسکی غرض نہ صرف آنے جانیوالے مہمانوں کی مہمان نوازی ہی ہے۔ بلکہ اس سے یہ بھی مقصد ہے کہ بعض رہنے والے مہمان یا مہاجرین ایک مدت تک یہاں رہکر دین سیکھیں۔ اور پھر اپنے اپنے وطنوں میں جاکر اشاعت اسلام کی راہ میں مجاہدین ہوں۔ کیونکہ دین کا اصل مقصد ہجرت نہیں بلکہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ پس اگر انجمن مہمان خانہ پر

کثیر تعداد روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ مگر اس کا نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ وہ خرچ دن بدن بڑھ رہا ہے۔ اور انجمن اپنے مقصود سے دور ہٹ رہی ہے۔ تو وہ یقیناً اپنے فرض کو ادا نہیں کر رہی۔ بلکہ وہ ایسے سامان پیدا کر رہی ہے۔ جو اسکے مقصد کیلئے اور اس کے اپنے وجود کیلئے تباہ کن نتیجہ رکھتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں آگے چلکر بتاؤں گا۔ وہ وسائل اور اسباب کہ جن سے اسکی حیات کا قیام ہے۔ دراصل بڑھ نہیں رہے۔ بلکہ کم ہو رہے ہیں۔ پس اگر ان دو مثالوں کو انجمن کے فرض منصبی کے مختلف حلقوں میں وسیع کر کے دیکھو گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ اصلی غرض کو اعمال میں کہاں تک مدنظر رکھا جا رہا ہے الغرض یہ کچھ ادس پہلے جملے سے مراد تھی۔ جو میں نے عالم رویا میں اون لوگوں کو سمجھانی چاہی اور وہ اسے سمجھ بھی گئے ؛

(باقی آئندہ)

منقولات

مسلمانوں کو مسلمان بناؤ

یہ گو عجیب عنوان ہے۔ لیکن اجمال احوال اسکی حقیقت واضح کر دیگا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے بہت اچھا کیا۔ کہ اپنا قانونی کام چھوڑ کے انگلستان میں خدمت اسلام انجام دینی شروع کر دی۔ ان کی کوششوں کے سبب اچھے نتیجے نکلے ہیں۔ اب سرزمین انگلستان اور یورپ کے بہت سے مقامات اسلام کے نام سے چونک نہیں اٹھتے۔ آجکل جس طرح بے دیکھے لوگ بولشویکوں سے خوف کھاتے ہیں۔ اور انہیں مجموعہ خرابی و تباہی تصور کر رہے ہیں اسی طرح یورپ والے پادریوں اور متعصب موءرخوں اور مصنفوں کی بدولت اسلام کی غارتگری اور رہزنی کا مترادف سمجھتے ہیں اسکی تازہ مثال امریکہ کی کاروائی ہے۔ جس نے ایک اسلامی مبلغ کو اپنے حدود میں آنے سے روک دیا تھا۔ کہ اسلام ایک وحشی مذہب ہے۔ جسمیں عورتوں کے حقوق کا خون کیا جاتا ہے۔ اور کئی کئی عورتیں رکھکر ایک دوسرے کے سینہ پر زنگ دی جاتی ہے۔ جب مفصل خط و کتابت ہوئی اور ان روکنے والوں کو ایک طرح کی تلقین اسلام کیگئی۔ تو امریکہ کا دروازہ کھلا ؛

ان ممالک کو اسلام کی روشنی سے منور کرنا نہایت اچھا کام ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ساتھ اپنے گھر کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ ہر اصلاح پہلے گھر سے شروع ہوتی ہے۔ ہم یہاں کے مسلمانوں کو دیکھیں اسلام ان سے کچھ خوش نہیں۔ اول تو ساری اسلامی دنیا پر مذہب سے غافل ہونیکے سبب تباہی آئی ہوئی ہے۔ لیکن یہ کوئی حجت نہیں جس سے ہمیں اپنی خراب حالت کے سنوارنے کا خیال ترک کر کے تن آسانی کے مزے لیتے رہنے چاہیئے ؛

پہلے ہم اپنے آپ کو دیکھیں کہ ہم اپنے مذہب سے کتنے واقف ہیں۔ پھر اپنے پڑوسیوں کو دور شہر و قصبہ کے مسلمانوں کو دیکھیں۔ کہ کیا ان میں اسلام کی کچھ بھی چیز باقی ہے۔ شہروں کو چھوڑ کے پھر آپ گاؤں کا خیال کریں۔ جہاں شہروں سے بھی برا حال ہے ؛

ہر شخص اپنے اپنے شہر اور اپنے اپنے ضلع کا خیال کر سکتا ہے۔ میں اپنے ضلع گوڑگانوا کے مسلمانوں کا حال بیان کرتا ہوں اس ضلع میں اور قوموں کے علاوہ میو اور گوجر بھی آباد ہیں۔ یہ دونوں مسلمان ہیں۔ ہم باتیں کرتے کرتے کہدیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص تو صرف نام کا مسلمان ہے لیکن آپ حیران ہونگے۔ کہ یہ دونوں نام کے بھی مسلمان نہیں۔ یعنے ان کے نام ہندوؤں کے سے ہیں۔ مثلاً بھاگ۔ ارجن دولت سنگھ۔ بھوپ سنگھ۔ دون بھائے مہر چند وغیرہ۔ مجمل حالت یہ ہے۔ کہ نکاح کے وقت اکثر مقامات میں جہاں مولوی لوگ بالکل ہی نہیں۔ پہلے پنڈت آتا ہے۔ اور بیاہ وغیرہ کی رسم ادا کرتا ہے۔ اور اپنا حق وصول کرتا ہے۔ دوسرے نکاح کے وقت کسی عدت کا خیال نہیں۔ اور نہ نکاح پڑھا جاتا ہے۔ اسکو رسم کریوہ کہتے ہیں۔ کسی طرح تبنیت یعنی گود کی رسم ہے۔ نماز بہت کم جانتے ہیں۔ زیادہ تعداد کلمہ پڑھنا بھی نہیں جانتی۔ سارے رواج ہندوؤں کے ہیں۔ کوئی بات مسلمانوں کی نہیں۔ خدا کی شان ہے۔ کہ اس قوم پر غیر مذہب اپنا اثر نہیں ڈال سکتے۔ کیونکہ اس جاہلیت کے باوجود اسکے مذہب کے برا کہنے والیکو یہ لوگ کچا کھا جانے کو تیار ہو جاتے ہیں ؛

(پیسہ)

اس مضمون سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ اسوقت مسلمانوں کی کیا حالت ہے۔ اور وہ کسقدر گر چکے ہیں۔ تقویٰ۔ اسلام اور دیگر مسائل اسلامیہ سے کتنے دور ہیں۔ کیا یہ لوگ مسلمان کہلانے کے حقدار ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہی بات ہے جسکو ہمارا امام پیش کر رہا ہے۔ کہ پہلے اپنی عملی حالت درست کرو۔ خدا کیساتھ تعلق پیدا کرو۔ پھر دنیا میں تم جو چاہو کر سکتے ہو۔ آج آخر یہ بات تم لوگوں کو اپنے منہ سے کہنی پڑی۔

خدارا سوچو کہ کیا خدا بھوپ سنگھ اور دولت سنگھ نامی مسلمانوں کی ایسی مدد کرے۔ جیسی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی کرتا تھا ؛

(ایڈیٹر)